إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ: الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۵

الفضل

قادیان

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر: غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند

نمبر ۸۶	مورخہ ۱۱ شوال سنہ ۱۳۵۳ھ	یوم پنجشنبہ	مطابق ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء	جلد ۲۲

مدینۃ المسیح

۱۵۔ جنوری۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو سر درد اور زکام کی شکایت ہے۔ احباب حضور کی صحت کے لئے دُعا فرمائیں

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خدا تعالےٰ کے فضل سے خیر و عافیت ہے۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کا معائنہ کرنے کے لئے انسپکٹر آف سکولز معہ سٹاف تشریف لائے۔ اور دو روز سکول کا معائنہ کرتے رہے۔ انہی ایام میں مولوی عبد الرحیم صاحب نیر نے ہائی سکول کے ہال میں بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کی تعلیمی خدمات کے موضوع پر میجک لینٹرن کے ذریعہ دلچسپ لیکچر دیا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

صدیقی فطرت حاصل کرو

فرمایا۔ ”یہ سچی بات ہے۔ کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ پہلے ہی دن سارے نشان ظاہر کردے۔ تو پھر ایمان کا کوئی ثواب اور نتیجہ ہی نہ ہو۔ عرفان اگر یقین سے تو پھر دیتا ہے۔ مگر اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ ان ساری ترقیوں کی جڑ ایمان ہی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے انسان بڑی بڑی منزلیں طے کرتا۔ اور سیر کرتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے یہی پایا جاتا ہے کہ جب کامل معرفت ہوتی ہے۔ تو پھر اس کو عجیب و غریب مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے۔ اور یہ وُہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو ادب سے اپنی خواہشوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ تمام منہاج نبوت اسی پر دلالت کرتا ہے۔ پہلے نشان بھی ظاہر نہیں ہوتے۔ بلکہ ابتلاء ہوتے ہیں۔

پس صدیقی فطرت حاصل کرنی چاہیئے۔ انہوں نے کونسا نشان مانگا تھا۔ شام سے مکہ کو آرہے تھے۔ راستہ ہی میں خبر ملی۔ وہیں یقین لے آئے۔ اس کی وجہ وُہ معرفت تھی۔ جو آپؓ کی تھی۔ معرفت بڑی عُمدہ چیز ہے۔ جب انسان کسی کے حالات اور چال چلن سے پورا واقف ہو۔ تو اس کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو معجزہ اور نشان کی کوئی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوبکر صدیق آپؐ کے حالات سے پورے واقف تھے۔ اس لئے سنتے ہی یقین کرلیا“

(الحکم ۱۷۔ جنوری ۱۹۰۳ء)

اخبار احمدیہ

الفضل جاری کرایا جائے

(۱) بنارس کے ایک مدرس صاحب اپنے نام اخبار مفت چاہتے ہیں۔ طالب حق ہیں اور وہاں جماعت نہیں ہے۔ کوئی صاحب ثواب حاصل کریں خواہ تین یا چھ ماہ کے لئے (۲) ایک صاحب ضلع مونگھیر سے اخبار الفضل مفت لینے کی درخواست کرتے ہیں۔ غیر احمدی طالب حق ہیں۔ (۳) یو پی کے ایک عربی مدرسہ کے طلباء اپنے مدرسہ کی لائبریری کے واسطے اخبار الفضل مفت چاہتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب جاری کرا سکیں۔ تو موجب ثواب ہوگا۔ مینجر

گمشدہ عزیز کی تلاش

عزیز نثار احمد بی۔ اے۔ ایل ایل بی ہوشیارپوری عرصہ سے لاپتہ ہیں۔ اگر کسی دوست کو پتہ ہو۔ یا وہ خود یہ سطور پڑھیں تو براہ مہربانی اطلاع دیں۔ ان کے عزیز و اقارب اور خصوصاً والدہ سخت بے قرار ہیں۔ خاکسار سید میر محمد احمدی ہوشیارپور

یہ اشیاء کس کی ہیں

۳۰ر دسمبر ۱۹۳۴ء ٹرین کے زنانہ ڈبہ سے چند چیزیں جنہیں چوڑیاں۔ صابن۔ رومال اور چند کتابیں وغیرہ ہیں مجھے ملیں۔ جن صاحب کی ہوں۔ وہ محصول ڈاک بھیج کر منگوا لیں۔ خاکسار محمد الدین چوڑاسگر۔ ڈاکخانہ میراں پور ضلع شیخوپورہ

درخواست ہائے دعا

(۱) عزیز ظہور احمد ایک ہفتہ سے بیمار ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار شیخ قدرت اللہ نائب سٹیٹ (۲) برادرم چوہدری محمد عبد اللہ خان صاحب کی لڑکی بعارضہ نمونیہ بیمار ہے احباب دعائے صحت کریں۔ خاکسار محمد اسلم از نکودر (۳) میری لڑکی سیدہ عرصہ سے بیمار ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار غلام نبی گوجرانوالہ (۴) بندہ کی اہلیہ ایک عرصہ سے بیمار ہے دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار ولی محمد رامپوری (۵) میرے لڑکے کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔ نیز میری اہلیہ کے لئے بھی دعا کریں۔ کہ وہ عرصہ سے بیمار ہیں۔ خاکسار ہادی علی خاں رامپوری (۶) خاکسار کی اہلیہ مدت مسلسل مختلف امراض میں مبتلا چلی آ رہی ہیں۔ مرض روز افزوں ہے۔ خصوصاً ان دنوں حالت نہایت خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔ خاکسار محمد شمس الدین از بھدرک (۷) میری اہلیہ کی طبیعت ناساز ہے۔ نیز میں خود بھی عرصہ سے بیمار ہوں۔ بعض دیگر مصائب بھی درپیش ہیں۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ خاکسار دوست محمد خاں ایم۔ اے گورنمنٹ کالج رہتک (۸) میرا لڑکا محمد عیسیٰ عرصہ سے بعارضہ پتھری بیمار ہے اپریشن بھی کرایا گیا۔ مگر پھر تکلیف دور نہیں ہوئی۔ احباب دعائے صحت کریں۔ خاکسار گل محمد مبارک پور (۹) میرے ایک مقدمہ کی ہائی کورٹ میں اپیل ہے۔ احباب کامیابی کے لئے دعا کریں۔ خاکسار اللہ دتا محمد حسین (۱۰) میری اہلیہ ایک عرصہ سے بیمار ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔ خاکسار چراغ الدین مبلغ سلسلہ احمدیہ (۱۱) میرا پوتا خورشید محمد عمر ساڑھے آٹھ سال بعارضہ تپ مرکب بیمار ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔ خاکسار قاضی اللہ بخش از مانسہ (۱۲) گلگت میں اہلیہ عبد العزیز صاحب بیمار ہے۔ نیز حاجی عبد الغنی صاحب کا عیال بھی تکلیف میں ہے۔ احباب مصائب و مشکلات دور ہونے کے لئے دعا کریں۔ خاکسار عبد الغفار بانڈی پور (۱۳) خاکسار نو دس سال سے سخت تکلیف دہ امراض میں گرفتار ہے احباب خاکسار کی روحانی و جسمانی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار سید مشتاق احمد سمبل پور اڑیسہ (۱۴) احباب سے ملتجی ہوں۔ کہ اس شہر و علاقہ میں جماعت کے قیام کے لئے دعا فرمائیں۔ کیونکہ سینکڑوں میل ارد گرد کوئی جماعت نہیں ہے۔ نیز یہ کہ مولا کریم میرے کاروبار میں برکت اور وسعت دے۔ خاکسار محمد شجاعت علی کنٹریکٹر ناسک۔ (۱۵) مجھ پر ایک محض جھوٹا فوجداری مقدمہ دائر ہے۔ عدالت نے فرد جرم لگا دیا ہے۔ احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

خاکسار نقیر علی سٹیشن ماسٹر نور پور روڈ

اعلان نکاح

(۱) ۳۰ نومبر میرے لڑکے عزیز محمد دین کا نکاح بعوض تین صد روپیہ مہر مسماۃ خورشید بیگم بنت چوہدری شاہ دین صاحب ساکن تلونڈی جھنگلاں کے ساتھ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے پڑھایا۔ خاکسار حاکم دین دوکاندار قادیان (۲) میرے لڑکے غلام اللہ اسلم کا نکاح زینب بی بی بنت چراغ دین صاحب کے ساتھ بعوض یک صد روپیہ مہر میاں امام شیخ حکیم نے ۹ و ۱۰ دسمبر ۱۹۳۴ء کی درمیانی شب کو پڑھا۔ خاکسار غلام محمد از سیدوالہ (۳) برادر بابو عطاء اللہ صاحب ولد بابو الٰہی بخش صاحب مرحوم پوسٹل کلرک کراچی کا نکاح خان بہادر غلام محمد صاحب کی دختر عقیلہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲ر جنوری ۱۹۳۵ء کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں پڑھا۔ خاکسار غلام محمد ٹیچر ہائی سکول قادیان (۴) مسماۃ غلام خدیجہ صاحبہ بنت سید محمد شاہ صاحب ساکن چک نمبر ۱۴۲ ضلع لائلپور کا نکاح بعوض مہر ۵۰۰ روپیہ میرے لڑکے سید عنایت علی سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۸ر جنوری ۱۹۳۵ء کو پڑھا۔ خاکسار محمد علی شاہ انسپکٹر بیت المال قادیان

ولادت

(۱) اللہ تعالیٰ نے میرے لڑکے نصر اللہ خاں کو فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ احباب نومولود کی صحت و عمر درازی و دیندار ہونے کی دعا فرمائیں پانچ روپے ارسال ہیں کسی غیر مستطیع کے نام اخبار جاری فرمائیں خاکسار ملک حسن محمد (۲) اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں سے عرصہ دس سال کے بعد میرے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ احباب دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ بچی کو نیک کرے۔ اور عمر دراز بخشے۔ خاکسار چوہدری نذیر احمد از جہلم (۳) خاکسار کے ہاں دس دسمبر لڑکا پیدا ہوا۔ درازی عمر اور سعادت دارین کی دعا کی جائے۔ خاکسار برکت علی از جنگل باغبانان (۴) خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے عبد المجید نام رکھا۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ اسے نیک بنائے۔ خاکسار عبد اللہ دفتری الفضل (۵) اللہ تعالیٰ نے ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء خاکسار کے ہاں لڑکا عطا فرمایا۔ احباب درازی عمر اور سعادت دارین کی دعا کریں۔ خاکسار رحمت اللہ گھیری ۱۔ جلال آباد (۶) برادرم میاں غلام محمد صاحب اختر ریلوے سٹاف وارڈن لاہور کے ہاں ۲ر جنوری ۱۹۳۵ء اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے منور احمد نام تجویز فرمایا۔ احباب دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ مولود کو عمر دراز دے۔ اور سعادت دارین عطا فرمائے۔ خاکسار رحمت اللہ شاکر

دعائے مغفرت

۱۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ ۲۷۔ نومبر فوت ہو گئیں۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔ خاکسار استانی نظیر بیگم۔ سیالکوٹ۔ ۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی شیخ محمد افضل صاحب پٹیالوی سابق سب انسپکٹر پولیس پٹیالہ کی اہلیہ مکرمہ ۲۔ جنوری ۱۹۳۵ء وفات پا گئی ہیں۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔ خاکسار حشمت اللہ۔ ۳۔ یکم دسمبر ۱۹۳۴ء خاکسار کی والدہ صاحبہ فوت ہو گئی ہیں۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ خاکسار اکبر خان۔ بلانی۔ ۴۔ میرے والد صاحب ونگ کا یوسوئن صاحب بعارضہ دمہ دو سال بیمار رہ کر پنگ کالسن براندن (سماٹرا) میں ۱۳ر نومبر ۱۹۳۴ء کو فوت ہو گئے ہیں۔ احباب کرام ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ مرحوم سب سے پہلے مشرقی سماٹرا میں احمدی ہوئے تھے۔ خاکسار محمد ادریس سماٹری از قادیان۔ ۵۔ میرے والد میاں احمد دین صاحب فوت ہو گئے احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ خاکسار محمد خان بیری والا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل

نمبر ۸۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ شوال ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

نئے سال کیلئے جماعت احمدیہ کا پروگرام

جدید سکیم کے ہر حصہ پر پوری طرح عمل کیا جائے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۴ر جنوری ۱۹۳۵ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔ یعنی ہر شخص کے سامنے

کوئی نہ کوئی مقصود

ہوتا ہے جسے وُہ سامنے رکھ کر چلتا ہے۔ یہ مقصود آگے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وُہ جو اتفاقی طور پر سامنے آجاتے ہیں۔ جیسے گاڑی چلتے چلتے جھٹکے سے یا کسی اور سبب سے انجن سے کٹ جاتی ہے۔ مثلاً انجن کسی چڑھائی پر چڑھ رہا ہے۔ اور گاڑی کٹ جائے۔ اس کٹنے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وُہ گر جائے گی۔ اب یہ اس کی جہت تو ہوگی۔ مگر ایسی جہت جو ہنگامی طور پر آپ ہی آپ پیدا ہو گئی۔ انجن اگر چڑھ رہا تھا۔ تو خاص ارادہ سے۔ اور اگر گاڑیاں گری ہیں۔ تو بغیر کسی ارادہ کے۔ تو

مقصود ہر ایک چیز کا

ہوتا ہے۔ لیکن کبھی اتفاقی طور پر وُہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ارادہ سے۔ جو مقصود اتفاقی طور پر پیدا ہو۔ اس کے لئے انسان تیار نہیں ہوتا۔ لیکن جو ارادہ سے پیدا کیا جاتا ہے اس کے لئے انسان قبل از وقت تیار ہوتا ہے۔

اب ہمارے لئے

ایک نیا سال

چڑھتا ہے۔ اور اسے مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے فیصلہ کرنا ہے۔ کہ اس سال میں ہمارا مقصود کیا ہونا چاہیئے۔ ہمارے مقصود دونو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی کہ ہنگامہ میں ایک طرف چل پڑیں۔ اور یہ بھی کہ سوچ سمجھ کر اپنا ایک مقصود قرار دے لیں۔ ہنگامی مواقع پر

طبائع کا جوش

یہی چاہا کرتا ہے۔ کہ جدھر حالات لیئے جائیں۔ چلتے جائیں۔ اور وُہ اسے بہادری اور جرأت سمجھتے ہیں۔ لیکن

عقل کی ہدایت

یہی چاہا کرتی ہے۔ کہ سارے ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے لئے ایک مقصود قرار دے لیں۔ اور اس کے نزدیک یہی بہادری ہوا کرتی ہے۔ عقل اور جوش دونوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور دونوں اپنے اپنے لئے دلائل رکھتے ہیں۔ جوش یہ کہتا ہے۔ کہ اگر حاضر کو چھوڑ کر آئندہ کے پیچھے جاتے ہو۔ تو یہ تم

اپنے نفس کو دھوکا

دیتے ہو۔ یہ جو کہتے ہو۔ کہ ہمارا مقصود اعلےٰ ہے۔ یہ تم موجودہ حالت سے بچنے کے لئے کہتے ہو۔ لیکن عقل جوش سے یہ کہتی ہے۔ کہ تمہارا وجود حماقت پر دلالت کرتا ہے۔ تمہیں وسعت نظر حاصل نہیں۔ بینائی کوتاہ ہے۔ تم دُور کے مرغزار نہیں دیکھ سکتے صرف سامنے کی دو چار بُوٹیاں تمہاری نظر میں ہیں۔ اور انہی کو دیکھ کر تم وہیں بیٹھ جاتے ہو۔ تمہارے قریب

گدلے پانی کا چشمہ

ہے۔ تمہاری نظر اسی پر ہے۔ مگر دُور میٹھے پانی کا دریا بہہ رہا ہے اور تمہیں یہ ہمت نہیں۔ کہ وہاں تک پہونچ سکو۔ تو جوش عقل کو بُزدل اور بہانہ ساز سمجھتا ہے۔ اور اسی طرح عقل جوش کو نابینا اور وسیع النظری سے محروم قرار دیتی ہے۔ اور دونوں کے پاس اپنی اپنی تائید میں دلائل ہیں۔ دونوں اپنے اپنے رنگ میں مضبوط ہیں۔ لیکن صداقت کیا ہے؟ اسے اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے عام طور پر لوگوں کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ کہ دونوں میں سے

کونسی بات سچّی

ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جوشیلی طبائع جوش کی رَو میں بہہ کر ایک طرف چل دیتی ہیں۔ اور کچھ لوگ جو

سمجھدار اور مستقل مزاج

ہوتے ہیں۔ وُہ دوسری طرف چل دیتے ہیں۔ نتائج کبھی اس کے حق میں نکلتے ہیں۔ اور کبھی اس کے حق میں

جوش کی رَو میں بہنے والے

بعض اوقات اتنے زور سے کام کرتے ہیں۔ کہ حالات کے نقشہ کو بدل دیتے ہیں۔ وُہ نقشہ جو عقلمندوں نے اپنی عقل و دانش کی بنا پر تیار کیا ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ وُہ نقشہ صحیح ہوتا ہے مگر وُہ نقشہ

حالات کے مطابق

تیار کیا ہوا ہوتا ہے۔ ایک دریا بہتا ہے۔ تم اسے دیکھ کر یہ اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ تین میل کے فاصلہ پر کہاں جا کر نکلے گا۔ اور کن کھیتوں کو سیراب کرے گا۔ مگر کوئی جوشیلا شخص اٹھے۔ اور دریا کے دہانہ کو کاٹ کر اس کا رُخ دُوسری طرف پھیر دے۔ تو اس صورت میں اس اندازہ کا غلط ہونا لازمی ہے۔ یا کوئی جوشیلا شخص دریا کے منبع کو اکھیڑ ہی ڈالے۔ اور اس طرح پانی کو بکھیر دے۔ تو وُہ نہ دریا کی صُورت اختیار کر سکے گا۔ اور نہ کسی زمین کو سیراب کر سکیگا۔ نہ کسی اور کام آسکیگا۔ پس اندازے ہمیشہ صحیح نہیں ہو سکتے۔ کبھی جوش والے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی عقل کی پیروی کرنے والے۔ اور درحقیقت کامیابی اسی کو ہوتی ہے۔ جو والنّٰزعٰت غرقًا کے ماتحت کام کرتا ہے۔ اور یا پھر اسے کہ جس کے شامل حال اللہ تعالےٰ کا فضل ہو۔ اگر تو کوئی دینی کام ہو۔ تو اس میں کامیابی

اللہ تعالےٰ کے محض فضل سے

ہوتی ہے۔ نہ کہ کسی تدبیر سے۔ اور اگر دُنیوی ہو۔ تو والنّٰزعٰت غرقًا کے ماتحت کام کرنے والا کامیاب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات

ایک شخص اٹھتا ہے۔ اور دیوانہ وار سب کچھ اپنے آگے بہا کر لے جاتا ہے۔ اور بعض اوقات

ٹھنڈی طبیعت والے

کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ مختلف قوموں کی طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ جس نے فرانسیسیوں کا پہلا حملہ برداشت کر لیا۔ وہ جیت گیا۔ ان میں جوش ہوتا ہے۔ وہ اگر بات کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ رہا ہے۔ زور زور سے بولیں گے۔ ہاتھ، پیر، سر سب حرکت کرینگے مگر اس کے بالمقابل ایک انگریز نہایت دھیما بیٹھا ہوگا۔ اس لئے فرانسیسیوں کے متعلق مشہور ہے۔ کہ جس نے ان کا پہلا حملہ سہہ لیا۔ وہ جیت گیا۔ وہ اپنا

سارا جوش پہلے حملہ میں

صرف کر دیتے ہیں۔ اور جو قومیں دھیمی طبیعت کی ہوتی ہیں۔ وہ اگر پہلا حملہ برداشت کر جائیں۔ تو سمجھو۔ جیت گئیں۔ کیونکہ پھر کوئی ان کے

استقلال کا مقابلہ

نہیں کر سکتا۔ پس دونوں باتیں ہمارے سامنے ہیں۔ اور ہم نے فیصلہ کرنا ہے۔ کہ ان میں سے کونسی بات اختیار کی جائے۔ ہم اس وقت ایک جنگ میں داخل ہیں۔ تمام مذاہب کے لوگوں میں

ہمارے خلاف جوش

ہے۔ اور ایک بہت بڑا گروہ ہمیں دکھ دینے میں لذت محسوس کر رہا ہے۔ اور وہ قوم جس کے ہاتھ میں

ہمارے ملک کا انتظام

ہے۔ اور جس کے یہاں ٹھہرنے کی وجہ ہی یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ تا ملک میں امن قائم رہے۔ اس کے بعض افراد کو بھی یا دھوکا دیا گیا ہے۔ یا شاید بعض تعصب کا شکار ہو گئے ہیں۔ حالانکہ سمندر پار کے رہنے والے انگریزوں کا اس ملک میں رہنے اور ہم پر

حکومت کرنے کا حق

صرف اس بنا پر ہے۔ کہ ہندوستانی باہم امن و امان سے نہیں رہ سکتے۔ اور وہ یہاں اس لئے ہیں۔ کہ تا ملک کو فتنہ و فساد سے بچا کر امن قائم رکھیں۔ یہی ایک دلیل ان کے یہاں رہنے کی ہے۔ اور یہ دلیل ایک وقت تک صحیح تھی۔ اور آئندہ بھی صحیح رہے گی۔ مگر اس جنگ کے موقعہ پر ہم نے دیکھا ہے کہ

اس قوم کے بعض افراد

نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کے اس جوہر سے محروم ہیں۔ اور یہ ناممکن نہیں۔ لمبے قد والی قوموں میں بھی ٹھگنے اور بالشتئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ سفید رنگ والوں میں بھی سیاہ رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ پس یہ لوگ یا تو مستثنیات سے ہیں اور ان کی قوم میں جو خوبیاں ہیں۔ ان سے عاری ہیں۔ اور یا پھر اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس قوم کا

معیار قابلیت

اب گرنے لگ گیا ہے۔ لیکن ہمیں اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ مختصر یہ ہے۔ کہ اس قوم کے بعض افراد ان ذمہ واریوں کو بھلا رہے ہیں۔ جو ان کے یہاں رہنے کے لئے بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔ اگر ہم نے آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کے حقوق تلف ہی کرنا ہے۔ تو پھر ان کے یہاں رہنے کا کیا فائدہ۔ ہم خود ہی لڑتے رہیں گے۔ کیا وہ جھگڑا زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ جو

انگریزوں کی موجودگی

میں ہو۔ یا کیا وہ حق تلفی یا بے انصافی اچھی ہو جاتی ہے۔ جو ان کے ہوتے ہوئے کی جائے۔ آج تک ان کی طرف سے بھی یہی کہا جاتا تھا۔ اور ہم بھی یہی کہتے تھے۔ کہ انگریز یہاں

قیام انصاف کے لئے

ہیں۔ مگر اس قوم میں ایسے افراد بھی ملتے ہیں۔ جو انصاف نہیں کرتے۔ اگر تو ایسے افراد مستثنیات سے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اس قوم پر رحم کرے۔ اور اسے بدنام ہونے سے بچائے۔ اور اگر

انگریز حکام کا معیار اخلاق

عام طور پر گر رہا ہے۔ جو میرے نزدیک درست نہیں۔ تو بھی میں یہی کہونگا۔ کہ اللہ تعالےٰ ان پر رحم کرے۔ اور پھر پُرانے اعلےٰ معیار پر قائم کرے۔ کیونکہ ہمارے اور ان کے تعلقات اچھے رہے ہیں۔ جب تک اس قوم میں اچھے لوگ رہیں گے ان کے یہاں ٹھہرنے کا سامان رہے گا۔ لیکن جس دن ان میں اچھے لوگ نہ رہے۔ یا ان کا سٹنڈرڈ گر گیا۔ تو اس دن نہ تیر ان کے کام آسکیں گے۔ نہ تفنگ۔ نہ توپیں۔ نہ بم۔ نہ ہوائی جہاز۔ آپ ہی آپ ان کی

حکومت میں اضمحلال

پیدا ہونا شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جب کسی حکومت کے گرنے کے سامان پیدا ہو جائیں۔ پھر اسے کوئی قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور وہ

ریت کے قلعہ کی مانند

گر جاتی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کیا اچھا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ کہ ایک کیڑا اندر ہی اندر گھن کی طرح حکومت کو کھا گیا۔ جس چیز کو گھن لگ جائے۔ وہ بظاہر درست نظر آتی ہے۔ نقص کا پتہ اسی دن لگتا ہے۔ جب ساری کی ساری گر جائے جس مکان کی چھت کو گھن لگا ہو۔ وہ دیکھنے میں ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایک دن یکایک ساری چھت گر پڑتی ہے۔ اسی طرح

حکومتوں کا حال

ہے بظاہر یہ نظر آتا ہے۔ کہ ہر چیز اپنی جگہ پر قائم ہے۔ مگر ایک دن پتہ لگتا ہے۔ کہ اندر ہی اندر گھن نے اسے کھوکھلا کر دیا ہے پس ہم اللہ تعالےٰ سے یہی دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ انگریزوں کو اس

بُرے دن سے بچائے

سردست تو یہ حال ہے۔ گو غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور ہمیں پوری حقیقت کا علم نہیں ہو سکتا۔ کہ ہمارے خلاف اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس میں بعض انگریز افسروں کا بھی دخل ہے۔ گو ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ جس حصہ کو حقیقتاً گورنمنٹ کہتے ہیں۔ اسے ان کارروائیوں کا علم ہے یا نہیں۔ لیکن بہر حال خواہ ایسے واقعات حکومت کے علم کے بغیر ہوں۔ وہ حکومت کے لئے کسی طرح بھی مفید نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ فساد بڑھنے سے خود

حکومت کو بھی ضعف

پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ کیا ہوگا۔ یا کیا نہ ہوگا۔ مگر میں نے تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک پروگرام تیار کیا ہے۔ اور

ایک سکیم جماعت کے سامنے

رکھی ہے۔ کہ اس طریق پر عمل کرو۔ تو احراری فتنہ سے محفوظ رہو گے میں یقین رکھتا ہوں۔ خالی یقین نہیں۔ بلکہ ایسا یقین جس کے ساتھ دلائل ہیں۔ اور جس کی ہر ایک کڑی میرے ذہن میں ہے اور اس یقین کی بناء پر میں کہتا ہوں۔ کہ گو جوشیلے لوگوں کو وہ سکیم پسند نہ آئے لیکن ہماری جماعت کے دوست اس سکیم پر سچے طور پر عمل کریں۔ تو

یقیناً یقیناً فتح

ان کی ہے۔ میں نے روپیہ کے متعلق جو تحریک کی تھی۔ اس کا جواب جو جماعت کی طرف سے دیا گیا ہے۔ وہ اتنا خوش آئند ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے یہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ باقی حصہ سکیم میں جماعت کمزوری دکھلائے گی۔ مگر جیسا کہ میں نے کئی بار بیان کیا ہے۔ بعض لوگ فوری بڑی قربانی کے لئے تو تیار ہو جاتے ہیں مگر

مستقل اور چھوٹی قربانی

نہیں کر سکتے۔ میں نے ۲۷½ ہزار روپیہ کی تحریک کی تھی۔ مگر اس وقت تک

ساٹھ ہزار سے زائد کے وعدے

آچکے ہیں۔ اور

بیس ہزار کے قریب نقد

آچکا ہے۔ اس لئے بالکل ممکن ہے۔ کہ گو میں نے ۱۵ جنوری تک صرف وعدوں کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن اس تاریخ تک نقد رقم مطالبہ کے برابر یا اس سے بڑھ کر آجائے۔

جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ پر اعلان کیا تھا۔ زائد رقم کا ایک حصہ یعنی چھ سات ہزار روپیہ تو میں

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ پر

خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ جلد سے جلد انگلستان آدمی بھیجے جائیں۔ جو اس کی چھپائی وغیرہ کا جلد سے جلد انتظام شروع کر دیں۔ اور باقی جو روپیہ بچیگا۔ ایسے

آئندہ دونوں سالوں پر تقسیم

کر دیا جائے گا۔ اور اس صورت میں بجائے ۲۲۔ ہزار کے آئندہ سالوں میں صرف ۱۴۔ ۱۵۔ ہزار روپیہ ہی جماعت سے مانگنا پڑے گا۔ باقی پہلے ہی جمع ہو گا۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ روپیہ کی تحریک

اصل تحریک کا ۱/۱۰۰ حصہ

بھی نہیں۔ بقیہ تحریک میں جو اصول ہیں۔ وہ

بہت زیادہ مفید اور اہم

ہیں۔ اس لئے ان پر زیادہ سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے خالی روپیہ جمع کر لینے سے کچھ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ ۱/۱۰۰ حصہ تو کوئی چیز نہیں۔ ایک شخص ایک گلاس پانی۔ یا دودھ میں تین چمچے شکر ڈالنے کا عادی ہے۔ ایک چمچ میں ڈھائی تین ڈرام شکر آتی ہے۔ اور اس طرح وہ قریباً ایک اونس شکر ڈالتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس کا ۱/۱۰۰ حصہ یعنی صرف اڑھائی رتی ڈالے تو کیا اس سے پیالہ میٹھا ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ اس میں اتنی مقدار کا تو پتہ بھی نہیں لگ سکیگا۔

پس جو چیز تحریک کا ۱/۱۰۰ حصہ ہے۔ اس پر خواہ کس قدر جوش کے ساتھ عمل کیا جائے۔ کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اصل کام

وہ ہے۔ جو جماعت کو خود کرنا ہے۔ روپیہ تو ایسے حصوں کے لئے ہے۔ جہاں پہنچکر جماعت کام نہیں کر سکتی۔ باقی اصل کام جماعت کو خود کرنا ہے۔ قرآن اور حدیث سے کہیں یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ کسی نبی نے

مزدوروں کے ذریعہ فتح

حاصل کی ہو۔ کوئی نبی ایسا نہ تھا۔ جس نے مبلغ اور مدرس نوکر رکھے ہوئے ہوں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک بھی مبلغ نوکر نہ تھا۔ اب تو جماعت کے پھیلنے کی وجہ سے

سہارے کے لئے

بعض مبلغ رکھ لئے گئے ہیں۔ جیسے پہاڑوں پر لوگ عمارت بناتے ہیں۔ تو اس میں سہارے کے لئے لکڑی دیدیتے ہیں تا لچک پیدا ہو جائے۔ اور زلزلہ کے اثرات سے محفوظ رہے۔

پس

ہمارا مبلغین کو ملازم رکھنا

بھی لچک پیدا کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ جب تک افراد جماعت تبلیغ نہ کریں۔ جب تک وہ یہ نہ سمجھیں۔ کہ ان کے اوقات دین کے لئے وقف ہیں۔ جب تک

جماعت کا ہر فرد سر کو ہتھیلی پر رکھکر

دین کے لئے میدان میں نہ آئے۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے علیحدہ کیا ہے تو اسکے متعلق بائیبل میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اس کے بھائیوں کی تلوار اس کے خلاف اٹھے گی۔ اور اس کی تلوار ان کے خلاف۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ نبی ہوگا۔ کیونکہ نبی کے خلاف ہی

ساری دُنیا کی تلواریں

اٹھتی ہیں۔

پس جب تک کوئی شخص ساری دُنیا کی تلواروں کے سامنے اپنا سر نہیں رکھ دیتا۔ اس وقت تک اس کا یہ خیال کرنا۔ کہ وہ

مامور کی بیعت میں شامل

ہے۔ فریب اور دھوکا ہے۔ جو وہ اپنی جان کو بھی اور دُنیا کو بھی دے رہا ہے۔ ہماری جماعت کے زمیندار۔ اور ملازم اور تاجر یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ وہ اپنے

اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے

اور چند مبلغ ملازم رکھکر کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ خدا کی جماعت ہیں۔ حالانکہ یہ حالت خدا کی جماعتوں والی نہیں۔ اس صورت میں ہم

زیادہ سے زیادہ ایک انجمن

کہلا سکتے ہیں۔ خدائی جماعت وہی ہے۔ جس کا ہر فرد اپنے آپ کو قربانی کا بکرا بنالے۔ اور جس کا ہر ممبر

موت قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار

ہے۔ یاد رکھو۔ جو جماعت مرنے کے لئے تیار ہو جائے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ اور نہ اس کے مقابل پر کوئی ٹھہر سکتا ہے۔

پنجاب گورنمنٹ کی مردم شماری

کے رُو سے ہماری تعداد چھپن ہزار ہے۔ مگر میں کہتا ہوں اسے جانے دو۔ اس سے پہلے وہ ۲۸ ہزار بتائی جاتی تھی۔ اس لئے ۲۸۔ ہزار ہی سہی۔ مگر نہیں۔ اس سے دس سال پہلے وہ ۱۸۔ ہزار کہی جاتی تھی۔ اس لئے ۱۸۔ ہزار ہی سہی۔ بلکہ اس سے دس سال قبل وہ گیارہ ہزار سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے میں گیارہ ہزار ہی فرض کر لیتا ہوں۔ مگر کیا اگر

گیارہ ہزار لوگ

جانیں دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ تو کوئی قوم ہے۔ جو انہیں مار سکے۔ ہرگز نہیں۔ انہیں مارنے والی قوم خود تباہ ہو جاتی ہے یاد رکھو جو شخص دلیری کے ساتھ جان دیتا ہے۔ وہ

دیکھنے والے پر یہ اثر

چھوڑ جاتا ہے۔ کہ اس کے دل میں کوئی چیز ضرور تھی۔ جس کے لئے اس نے اس قدر بشاشت سے جان دی۔ آؤ ہم بھی دیکھیں اس سلسلہ میں کیا بات ہے۔ اور یہ اثر گیارہ ہزار کے ختم ہونے سے پہلے ۲۲۔ ہزار اور پیدا کر دیتا ہے۔ اور پھر ان ۲۲ ہزار کے ختم ہونے سے پہلے

ستر اسّی ہزار

اور پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے مرنے سے پہلے کئی لاکھ اور ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ایک وقت وہ آجاتا ہے۔ کہ کوئی نہیں۔ جو انہیں مار سکے۔ اور جب تک

جماعت کے ہر فرد کے اندر یہ روح

پیدا نہ ہو۔ اور جب تک ہر شخص اپنی جان سے بے پرواہ ہو کر دین کی خدمت کے لئے آمادہ نہ ہو جائے۔ کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ یہ اور بات ہے۔ کہ ہم کسی پر ظلم نہ کریں۔ فساد نہ کریں۔ قانون شکنی نہ کریں۔ مگر یہ رُوح ہمارے اندر ہونی چاہیئے۔ کہ ظالم کی تلوار سے مرنے کے لئے تیار رہیں۔ اور

میرے پروگرام کی بنیاد

اسی پر ہے۔ جب میں کہتا ہوں۔ کہ اچھا کھانا نہ کھاؤ۔ تو اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ جو اس لئے زندہ رہنا چاہتا ہے۔ وہ نہ رہے۔ اور جب کہتا ہوں۔ قیمتی کپڑے نہ پہنو۔ تو گویا

طلب زندگی کے اس موجب سے

میں تمام جماعت کے لوگوں کو محروم کرتا ہوں۔ اور جب یہ کہتا ہوں۔ کہ کم سے کم رخصتیں اور تعطیلات کے اوقات

سلسلہ کے لئے وقف

کرو۔ تو اس بات کے لئے تیار کرتا ہوں۔ کہ باقی اوقات بھی اگر ضرورت ہو۔ تو سلسلہ کے لئے دینے کے واسطے تیار رہیں۔ اور جب وطن سے باہر جانے کو کہتا ہوں۔ تو گویا جماعت کو

ہجرت کے لئے تیار

کرتا ہوں طب میں سہولتیں پیدا کرنے کو اس لئے کہتا ہوں کہ جو لوگ

تہذیب و تمدن کی زنجیروں میں

جکڑے ہوئے ہیں۔ اور اس لئے باہر نہیں جا سکتے۔ کہ وہاں یہ سہولتیں میسر نہیں آسکتیں۔ اور معمولی تکلیف کے وقت بھی اعلےٰ درجہ کی دوائیں اور دوسری آرام دہ چیزیں نہیں مل سکتیں۔ ان کو اس سے آزاد کر دوں اور تہذیب کے ان رسوں کو توڑ دوں۔ جب ایک کشتی کے زنجیر توڑ دیئے جائیں۔ تو کسی کو کیا معلوم۔ کہ پھر لہریں اسے کہاں سے کہاں لے جائیں گی۔

پس میں نے

جماعت کی کشتی کا لنگر

توڑ دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کشتی کو جہاں چاہے لے جائے۔ کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے لئے کس ملک میں ترقی کے لئے زیادہ سامان مہیا کئے گئے ہیں۔ پس یہ مت خیال کرو۔ کہ دس بیس یا سو دو سو روپیہ دے دیا۔ اور فرض ادا ہوگیا۔ یہ تو ادنےٰ ترین قربانی تھی۔

سکیم کے اصل حصے

دوسرے ہیں۔ جو زیادہ اہم ہیں۔ اور جب تک ہر فرد جماعت ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور اس احتیاط کے ساتھ ان پر عمل نہ کرے۔ جس کے ساتھ ایک لائق اور ہوشیار ڈاکٹر اپنے زیر علاج مریض کو پرہیز کرواتا ہے۔ اس وقت تک فائدہ نہیں ہوسکتا۔ میں نے

اپنی ذات میں بھی تجربہ

کیا ہے۔ اور باہر سے بھی بعض دوستوں کے خطوط آئے ہیں کہ پہلے یہ خیال رہتا تھا۔ کہ فلاں خرچ کس طرح پورا کریں مگر اب یہ خیال رہتا ہے۔ کہ اس خرچ کو کس طرح کم کریں۔ اس پر عمل کرنے سے اور بھی بعض فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً ہمارے گھر میں لوگ تحائف وغیرہ بھیج دیتے ہیں۔ اور میں نے ہدایا کو استعمال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے مگر جب وہ میرے سامنے لائے جاتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ ایک سے زیادہ چیزیں کیوں ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ کسی نے "تحفتہً" بھیج دیا تھا۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ ہمارے تعلقات تو ساری جماعت سے ہیں۔ اس لئے ہمارے ہاں تو ایسی چیزیں روز ہی آتی رہیں گی۔ اس لئے جب ایسی چیزیں آئیں۔ تو کسی

غریب بھائی کے ہاں

بھیجدیا کرو۔ ضروری تو نہیں۔ کہ سب تم ہی کھاؤ۔ اس سے

غربا سے محبت کے تعلقات

بھی پیدا ہو جائیں گے۔ اور ذہنوں میں ایک دوسرے سے انس پیدا ہوگا۔ کئی دوست لکھتے ہیں۔ کہ اس سکیم کے ماتحت تو ہمیں فلاں خرچ بھی ترک کرنا پڑتا ہے۔ اور میں انہیں جواب دیتا ہوں۔ کہ یہی تو میری غرض ہے۔ پس اس سکیم میں میں نے جو جو تحریکیں کی ہیں۔ وہ ساری کی ساری ایسی ہیں۔ کہ ان پر عمل کرنے سے

تخفیف کی نئی نئی راہیں

نکلتی ہیں۔ اور ان کے نتیجہ میں ہم اپنی حالت کو زیادہ سے زیادہ اسلامی طریق کے مطابق کر سکتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے متفق نہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا پہلا طریق اسلامی نہیں تھا جیسا کہ میں نے بتایا ہے اسلامی طریق یہی ہے۔ کہ

الامام جنۃ یقاتل من ورائہ

یعنی وہ قربانی کرو جس کا امام مطالبہ کرتا ہے۔ جب وہ کوئی مطالبہ نہ کرے۔ اس وقت حلال وطیب کو دیکھنا چاہیئے۔ لیکن جہاں وہ حکم دے۔ وہاں حلال وطیب کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ وہاں مگر یہ ضروری ہے کہ یہ وقتی قربانی ہو۔ اور

اسلام کے دوسرے اصولوں کے مطابق

ہو۔ بدعت کا رنگ نہ ہو) غرض میں پہلے طریق کو ناجائز قرار نہیں دیتا۔ مگر اب جو طریق میں نے تجویز کیا ہے۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اب یہی اسلامی طریق ہے۔ اور اب جو ڈھال کی پناہ میں نہیں آئے گا۔ وہ دشمن کے تیر کھائے گا۔

بہرحال

اس سال کے لئے ہمارا پروگرام

یہی ہے۔ اور ہر احمدی کو چاہیئے۔ کہ اسے یاد کرے۔ اور اس پر عمل کرے۔ میرے دل میں یہ تحریک ہو رہی ہے۔ کہ

اس سکیم کے چارٹ

تیار کرائے جائیں۔ اور پھر انہیں ساری جماعت میں پھیلا دیا جائے ہر احمدی کے گھر میں وہ لگے ہوئے ہوں۔ تا سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے ان پر نظر پڑتی رہے۔ ہمارے خطیب

ہر ماہ کم سے کم ایک خطبہ

میں نئے پیرایہ میں اسے دہرایا کریں۔ تا احساس تازہ رہے پھر ہمارے شاعر

اردو اور پنجابی نظمیں

لکھیں جن میں سکیم اس کی ضرورتیں اور فوائد بیان کئے جائیں۔ جو بچوں کو یاد کروا دی جائیں۔ اور اگر اس طریق پر سال بھر کام کیا جائے۔ تو جماعت میں بیداری پیدا کی جا سکتی ہے۔

ایک دوست کا مجھے خط آیا ہے۔ کہ ایک بڑے سرکاری افسر نے ان سے کہا۔ کہ ہماری رپورٹ یہ ہے۔ کہ اس

سکیم کا جواب جماعت کی طرف سے

اس جوش کے ساتھ نہیں دیا گیا۔ لیکن کیا ہی عجیب بات ہے۔ کہ حکومت قرضہ مانگتی ہے۔ جس میں قرضہ دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ نفع دیا جاتا ہے۔ اور پھر اگر وہ دوگنا بھی ہو جائے تو تاریں دی جاتی ہیں۔ کہ قرضہ میں بہت کامیابی ہوئی ہے لیکن ہم نے جسقدر طلب کیا تھا۔

اس سے اڑھائی گنا

آجانے کے باوجود انہیں اس میں کامیابی نظر نہیں آتی۔ اور وقت مقررہ کے ختم ہونے تک انشاء اللہ العزیز تو تین گنے بلکہ ممکن ہے اس سے بھی زیادہ آجائے۔ مگر وہ قرض کے دوگنا وصول ہونے کو کامیابی سمجھتے ہیں۔ مگر میرے اس مطالبہ کے جواب میں انہیں کامیابی نظر نہیں آتی۔ حالانکہ میں نے جو مانگا ہے۔ اس کی واپسی نہیں ہوگی۔ وہ قرض نہیں چندہ ہے۔ سوائے امانت فنڈ کے کہ وہ بے شک امانت ہے اور واپس ملے گا۔ جو لوگ اسے کامیابی نہیں سمجھتے۔ وہ

دنیا کی کسی اور قوم میں

اس کی مثال تو پیش کریں۔ اور پھر ہم نے جو لیا ہے۔

غریبوں کی جماعت سے

لیا ہے۔ کروڑپتیوں اور لکھ پتیوں سے نہیں لیا گیا۔ کروڑ پتی تو ہمارے مطالبہ سے بھی زیادہ رقم کی موٹریں ہی خرید لیتے ہیں۔ بعض انگریزی موٹریں ایسی ہیں۔ جن کی قیمت ساٹھ ہزار سے ایک لاکھ تک ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے

۲۷ ہزار کی قربانی

کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر ہماری جماعت کی مالی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے۔ تو یہ

بہت بڑی کامیابی

ہے۔ اور جو لوگ اسے کامیابی نہیں سمجھتے۔ میں ان سے کہتا ہوں۔ کہ وہ دنیا کی کسی اور قوم میں اس کے بالمقابل

آدھی بلکہ اس کا چوتھائی حصہ

قربانی کی ہی کوئی مثال پیش کریں۔ خواہ انگریزوں کی قوم میں سے کریں۔ خواہ جرمنوں یا فرانسیسیوں میں سے۔

یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ

جماعت میں احساس

پیدا ہو رہا ہے۔ مگر مجھے اس امر کا افسوس ہے۔ کہ ہمارے دوستوں میں ابھی استقلال نہیں۔ اور وہ اس کی قیمت کو ابھی تک نہیں سمجھے۔ اور اب میرا منشاء یہ ہے۔ کہ دوستوں کے اندر استقلال پیدا کروں۔ چاہے اس کے لئے مجھے

ان کے گلوں میں جھولیاں

ڈلوانی پڑیں۔ اور بھیک منگوانی پڑے۔ اب میں ان کے اندر وہ حالت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ان کی شکل سے ظاہر ہو کہ یہ

اللہ تعالےٰ کے در کے فقیر

ہیں۔ جس جس قدم کو اللہ تعالےٰ ضروری سمجھیگا۔ وہ میں اٹھاتا جاؤں گا۔ اور جس رنگ میں وہ میری ہدایت کرتا جائے گا۔ میں اسے پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔ آج میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ

اس سال میرا یہی پروگرام

ہے۔ جو سکیم میں بیان ہوا ہے۔ پس شاعر اسکے متعلق نظمیں لکھیں نقشے بنانے والے اس قسم کے نقشے تیار کریں۔ اب میں

عملی حصہ کے متعلق

کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ سب سے اول یہ کہ میں سائیکلسٹوں کو جلد بھجوانا چاہتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ سائیکلسٹ جلد از جلد دفتر میں حاضر ہوں۔ تا ان کو میں کاموں پر بھیج سکوں۔ ایک کام میں تو دیر بھی ہو چکی ہے وہ آج سے تین چار دن پہلے شروع ہو جانا چاہیئے تھا۔ اس لئے اب دیر نہیں ہونی چاہیئے۔ جن طالبعلموں نے تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں۔ ان میں سے پہلے اعلان کے علاوہ بھی بعض لوگ لے جائینگے۔ بعض نئے کام نکلے ہیں۔ اس لئے

انٹرنس سے کم تعلیم

رکھنے والے نوجوان جن کے اندر تبلیغ کا مادہ ہو۔ وہ بھی اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے ہمارے خلاف روز روز شورش پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ ہمیں ان چیزوں کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ کہیں ہمیں قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ کہیں قتل کے لئے انگیخت کی جاتی ہے۔ اور اپنے نام قتل کی دھمکیوں کے جھوٹے خطوط شائع کر کے لوگوں کو

احمدیوں کے قتل پر

اکسایا جاتا ہے۔ اور حکومت کے بعض افسر بجائے اس کے کہ ایسے لوگوں کو تنبیہ کریں۔ اور انہیں ایسی حرکات سے روکیں ایسا رویہ اختیار کر رہے ہیں کہ ان کو اور بھی شہ ہو رہی ہیں۔ مثلاً بجائے ان کا جھوٹ کھولنے کے

ان کی حفاظت کا خاص انتظام

کیا جاتا ہے۔ جیسے کوئی واقعہ میں انہیں قتل کرنے لگا تھا۔ ممکن ہے۔ ان باتوں کے نتیجہ میں

ہم میں سے بعض کی جانوں پر حملے

ہوں۔ چنانچہ مجھے

قتل کی دھمکیوں کے کئی خطوط

ملے ہیں۔ لیکن میں پھر بھی یہی کہوں گا۔ کہ الامام جنة یقاتل من ورائه۔ ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے جوشوں کو اپنے قابو میں رکھیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ

دوہرے طور پر جکڑے ہوئے

ہیں۔ ان پر ایک قانون کی گرفت ہے اور ایک ہماری۔ اور ہماری گرفت

قانون کی گرفت سے بہت زیادہ

سخت ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس ناراضگی کے بعد جو ہمارے دلوں میں پیدا کی جا رہی ہے۔ قانون کی گرفت کسی احمدی کے دل پر رہ سکتی ہے۔ کیونکہ اشتعال اس قدر سخت ہے۔ کہ صبر ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔ اگر احمدیت ہمیں نہ روکتی۔ تو جس طرح

سلسلہ کی بے حرمتی

کی جا رہی ہے۔ میں نہیں سمجھتا۔ ایک منٹ کے لئے بھی قانون ہم میں سے کسی کو روک سکتا۔ لیکن بہرحال قانون چلتا ہے اور ہمارا مذہب ہمیں اس کی پابندی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پس ایک طرف تو اس کی رکاوٹ ہے اور دوسری طرف سے ہماری گرفت جماعت کے دوستوں پر ہے۔ کہ وہ حتی الوسع اپنے جذبات کو دبائے رکھیں۔ اور ہماری گرفت ایسی سخت ہے کہ

اس کے مقابل میں قانون کی گرفت

کوئی چیز نہیں۔ اور ان حالات میں میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ ان کے دل خون ہو رہے ہیں۔ طبیعتیں بے چین ہیں۔ صحتوں پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے اور انہیں

موت سے زیادہ تلخ پیالہ

پینا پڑ رہا ہے۔ مگر میں پھر بھی یہی کہتا ہوں۔ کہ میں ان کی تکالیف سے ناواقف نہیں ہوں۔ جس وقت تک کہ میں دیکھوں گا۔ کہ ہم دونو پہلو نبھا سکتے ہیں۔ میں ان کو

صبر کی تلقین

کرتا رہونگا۔ مگر جب میں دیکھونگا کہ ہمارے صبر کی کوئی قیمت نہیں حاکم اسے کوئی وقعت نہیں دیتے۔ بلکہ وہ اسے ہماری بزدلی پر محمول کرتے ہیں تو اس دن میں دوستوں سے کہدونگا کہ میں ہر کوشش کر چکا۔ لیکن تمہاری تکلیف کا علاج نہیں کر سکا۔

اب تم جانو اور قانون

کیونکہ قانون صرف اپنی پابندی کا مجھ سے مطالبہ کرتا ہے یہ مطالبہ نہیں کرتا۔ کہ میں اس کے حکم سے بھی زیادہ لوگوں کو روکے رکھوں جیسا کہ میں اب کر رہا ہوں۔ کہ جہاں قانون اجازت دیتا ہے وہاں بھی تمہارے ہاتھ باندھے رکھتا ہوں۔ قانون یہ تو حکم دے سکتا ہے کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو۔ مگر اپنے مذہب کو اس کی تائید میں استعمال کرنے کا مجھے پابند نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک تو جو احمدی جوش میں آتے ہیں۔ وہ

قانون کے منشاء سے بھی بڑھکر

اپنے نفس پر قابو رکھتے ہیں۔ اور اس کا باعث میری وہ تعلیم ہے جو میں اسلام کے منشاء کے مطابق انہیں دیتا ہوں۔ جب میری آواز انہیں آتی ہے کہ رک جاؤ۔ تو وہ رک جاتے ہیں جیسا کہ احرار کے جلسہ پر ہوا۔ کہ میں نے انہیں کہا کہ خواہ کوئی مارے تم آگے سے جواب نہ دو۔ حالانکہ قانون خود حفاظتی کی اجازت دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ

ہمارے گھروں میں احرار

گھس گئے۔ خود میری کوٹھی میں وہ لوگ آتے رہے۔ اور بعض دوستوں نے ان کی تصاویر بھی لیں۔ لیکن کسی نے انہیں کچھ نہ کہا۔ حالانکہ گھر میں گھسنے والوں پر وہ قانوناً گرفت کر سکتے تھے لیکن آئندہ کے لئے میں یہ سوچ رہا ہوں۔ کہ حالات ایسی صورت اختیار کر رہے ہیں۔ کہ ممکن ہے کسی وقت مجھے یہ بھی کہنا پڑے۔ کہ میں اب تمہیں اپنے

قانونی حق کے استعمال سے

نہیں روکتا۔ تم اپنے حالات کو خود سوچ لو۔ میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہ ہو گی۔ لیکن اس وقت تک میں کوئی ایسا اعلان کر دل مجھے امید ہے کہ ہماری جماعت کے دوست اپنے جوشوں کو اسی طرح دبائے رکھیں گے۔ جس طرح کہ اس وقت تک دباتے چلے آئے ہیں۔ اور اگرچہ حکومت کے متعلق ان کے دل کتنے ہی رنجیدہ کیوں نہ ہوں۔ اور انہیں بہت بری طرح مجروح کیا جا چکا ہو۔ مگر پھر بھی وہ

میری اطاعت سے باہر نہیں

جا سکتے۔ اور انہیں صبر سے کام لینا چاہیئے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اس قسم کے مواقع پر کسی قسم کا ڈر یا خوف یا تعزیر کا خیال ان کو نہیں روک سکتا۔ میں نے

مولوی رحمت علی صاحب کا واقعہ

کئی بار سنایا ہے۔ جس وقت ان کے کان میں یہ آواز پڑی۔ کہ نیر صاحب مارے گئے ہیں۔ اور بعض احمدی زخمی ہو گئے ہیں۔ تو وہ پاگل ہو کر اس مقام کی طرف جا رہے تھے وہ جانتے تھے۔ کہ ممکن ہے وہاں لڑائی ہو۔ اور میں مارا جاؤں یا زخمی ہو جاؤں یا ممکن ہے مقدمہ چلے۔ اور باوجود دفاعی پہلو اختیار کرنے کے میری براءت ثابت نہ ہو۔ اور میں قید یا پھانسی کی سزا پاؤں۔ مگر پھر بھی وہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ کہ کیوں ہمیں روکا جا رہا ہے اور کوئی خیال انہیں آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اس وقت

میری آواز

تھی۔ کہ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھے۔ تو جماعت سے نکال دونگا یہ لفظ تھے۔ جنہوں نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ ورنہ کوئی قانون اس وقت نہ انہیں روکتا تھا۔ اور نہ روک سکتا تھا۔ مگر کونسا قانون ہے جو مجھ سے یہ امید کرتا ہے کہ جب کسی کے بھائی بند ولیکہ یا اس پر دشمن حملہ آور ہو۔ اور قانون اسے

خود حفاظتی کی اجازت

دیتا ہو۔ میں اسے اس حق کے استعمال سے روکوں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے ایسا کوئی قانون نہیں ہے اور میں صرف

سلسلہ کی نیک نامی اور حکومت کی خیر خواہی

کے لئے یہ کام کر رہا ہوں۔ مگر حکومت کا بھی تو فرض ہے۔ کہ وہ اس قربانی کی قدر کرے۔ ورنہ ہمارے دل اس قدر زخمی ہیں۔

کہ اگر دشمنوں کے حملوں کا جواب ہم سختی سے دیں۔ تو کوئی قانون ایک لمحہ کے لئے بھی ہمیں گرفت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجرم وہ ہے۔ جو پہلے گالی دیتا ہے۔ اس وقت تک میں یہی سمجھتا ہوں۔ کہ انسانی فطرت ایسی سیاہ نہیں ہو گئی۔ کہ ملک کے لوگ زیادہ دیر تک اس گند کی اجازت دیں۔ اور نہ حکومت کی ساری کی ساری مشینری خراب ہو چکی ہے۔ بلکہ اس کا بیشتر حصہ ابھی اچھا ہے۔ چند مقامی افسر اسے دھوکا دے رہے ہیں اور ان کی نیت یہ ہے۔ کہ

احمدیوں کو گورنمنٹ سے لڑا کر

وہ کام کریں۔ جو کانگرس نہیں کر سکی۔ مگر میں ان لوگوں کو ناکام کرنے کے لئے انتہائی کوشش کروں گا۔ اور

جماعت کا قدم وفاداری کی راہ سے

ہٹنے نہ دوں گا۔ پس جب تک میں یہ نہیں کہہ دیتا۔ کہ میری سب تدابیر ختم ہو چکی ہیں۔ اس وقت تک ہماری جماعت کے احباب کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنے نفوس کی قربانی کر کے اور دلوں کا خون کر کے بھی جوشوں کو دبائیں۔ اور ایسی باتوں سے مجتنب رہیں۔ جن سے میری گرفت ان پر ہو۔ اور میں یہ کہہ سکوں۔ کہ تم نے ایسا فعل ہے۔ جس کی سزا گو قانون نہ دیتا ہو۔ مگر میں خود دینی چاہتا ہوں ؁

یاد رکھو کہ ہمارا سلسلہ کوئی ایک دو دن کا نہیں۔ بلکہ یہ ایک لمبی چیز ہے۔

ساری دنیا کی باگیں

ایک دن ہمارے ہاتھ میں آنی ہیں۔ اس لئے ہمارے مدنظر ہر وقت یہ بات ہونی چاہیئے۔ کہ ہمارا مقصود ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ ہمیں آدمیوں کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ان میں سے کوئی زندہ رہتا ہے۔ یا مرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق قتل کے منصوبے

کئے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے زمانہ میں پیغامی آپ کو اس قدر بدنام کرتے رہتے تھے۔ کہ جس کے نتیجہ میں دلوں کے اندر اس قدر شکوک پیدا ہو چکے تھے۔ کہ آپ سے محبت رکھنے والے بعض لوگ یہ بھی پسند نہ کرتے تھے۔ کہ ان میں سے کسی کی دی ہوئی دوائی آپ استعمال کریں۔ اگرچہ میں آج بھی اس قدر مخالفت کے باوجود اس بات کو غلط سمجھتا ہوں۔ اور میں یہ امید بھی نہیں کر سکتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانیوالے اسقدر گندے ہو سکتے تھے۔ مگر میں دیکھتا تھا۔ کہ ایسے لوگ موجود تھے جنکو دلوں میں یہ شکوک پائے جاتے تھے ابتک زمانہ ہے۔ اور مجھے مرحمت ہر سال کئی کئی بار قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں اور زمیندار کے مضمون کی اشاعت کے بعد متواتر تین چٹھیاں ایسی موصول ہوئیں ایک ابھی ۳۱ دسمبر کو ملی تھی۔ کہ یکم جنوری کے روز تم کو قتل کر دیا جائیگا گیا ان کے بیشتر حصہ کو دھمکی سمجھتا ہوں۔ مگر ایک حصہ ایسا بھی ہو سکتا ہے جو

سنجیدگی سے میرے متعلق ایسا ہی ارادہ

رکھتا ہو۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ ہمارا سلسلہ ایسا نہیں کہ یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ کسی شخص کی وفات کے بعد یہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مخالف خیال کیا کرتے تھے۔ کہ

آپ کی زندگی کے ساتھ ہی یہ سلسلہ بھی ختم

ہو جائے گا۔ لیکن پھر حضرت خلیفہ اول رضؓ کے زمانہ میں یہ کہا جانے لگا۔ کہ مرزا صاحب تو جاہل تھے۔ سارا کام مولوی صاحب ہی کرتے تھے۔ ان کی آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ تو بس یہ سلسلہ ختم۔ پھر ان کی آنکھیں بند ہوئیں۔ اور لوگوں نے خیال کیا۔ کہ اصل کام

انگریزی خوان لوگ

کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو بھی نکال کر باہر کیا۔ اور جماعت کی باگ ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دے دی۔ جس کے متعلق پیغامی کہتے تھے۔ کہ ہم خلافت کے دشمن نہیں ہیں۔ بلکہ ہماری مخالفت کی بنا یہ ہے۔ کہ اگر جماعت کی باگ

ایک بچے کے ہاتھ میں

آگئی۔ تو سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ مگر دیکھو کہ اس بچے کے ہاتھ سے اللہ تعالےٰ نے جماعت کی گاڑی ایسی چلائی۔ کہ وہ ترقی کر کے کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ اور اب اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہے۔ کہ ان لوگوں کے وقت میں جتنے لوگ جلسہ سالانہ پر شامل ہوتے تھے۔ اس سے بہت زیادہ آج میرے جمعہ میں ہیں۔ سوائے افغانستان کے باقی

تمام بیرونی ممالک کی جماعتیں

میرے ہی زمانہ میں قائم ہوئی ہیں۔ اور یہ ساری باتیں بتاتی ہیں۔ کہ یہ سلسلہ خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ اس لئے دشمن کی باتوں سے نہ گھبراؤ۔ وہ کسی کو مار بھی دیں۔ تو بھی یہ سلسلہ ترقی کرے گا۔ تمہیں چاہیئے کہ تم

اپنے اصول کو قائم رکھو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنے ایمان کو قائم رکھو۔ اور آپ کی آمد کے مقصد کو یاد رکھو۔ خلافت کی اہمیت کو نہ بھولو۔ اور اسے پکڑے رہو۔ پھر تمہیں کوئی نہیں مٹا سکتا۔ ڈر کی بات صرف یہ ہے۔ کہ تم میں سے کچھ لوگ اپنے اصول کو نہ بھول جائیں۔ اور سلسلہ کی وجہ سے جو فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ انہیں اپنی طرف منسوب نہ کر لیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے۔ اور آپ کی نبوت اور ماموریت سے آپکی جماعت نے فائدہ اٹھایا۔ مگر

بعض انگریزی دانوں نے

سمجھا۔ کہ ترقی ہم سے ہو رہی ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو الگ کر دیا۔ اور پھر بھی

سلسلہ کو ترقی دے کر

بتا دیا۔ کہ اس سلسلہ کی ترقی کسی انسان سے وابستہ نہیں ؁

پس اب مجھے یہ ڈر نہیں۔ کہ میرے بعد کیا ہوگا۔ بلکہ ڈر یہ ہے۔ کہ خلافت سے علیحدہ ہو کر تم لوگ نقصان نہ اٹھاؤ۔ کسی خلیفہ کی وفات سلسلہ کے لئے نقصان کا موجب نہیں ہو سکتی۔ لیکن

خلافت سے علیحدگی

یقیناً نقصان کا باعث ہے۔ یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں نے ایک رؤیا دیکھا ہے۔ جس کے دونوں پہلو ہو سکتے ہیں۔ منذر بھی اور مبشر بھی۔ لیکن چونکہ باہر سے بھی قریباً ایک درجن خطوط آئے ہیں۔ جن میں دوستوں نے لکھا ہے۔ کہ ہم نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ آپ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح

دشمنوں کے ارادوں کے متعلق

بھی دوست اطلاع دیتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا۔ کہ دوستوں کو ہوشیار کر دوں۔ کہ

اصل چیز اصول

ہیں۔ اگر تم ان کو یاد رکھو گے۔ تو کوئی تمہیں نہیں مٹا سکتا۔ لیکن اگر اصول کو بھول جاؤ۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور میں مل کر بھی تم کو نہیں بچا سکتے۔

بعض دوستوں نے لکھا ہے۔ کہ ہم نے دعائیں کیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ کی عمر بیس سال بڑھ گئی ہے۔ مگر اصل بات اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ اگرچہ دعا سے مبرم تقدیریں بھی بدل جاتی ہیں۔ مگر وثوق سے قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا ؁

بہر حال

اس جلسہ پر بھی شبہ

کیا جاتا تھا۔ کہ دشمن شرارت کریں گے۔ اور اس کے آثار بھی موجود تھے۔ اس لئے ہمارے دوستوں نے کئی قسم کی تدابیر اختیار کیں لیکن ۲۴۔ یا ۲۵ر دسمبر کی شب کو میں نے

ایک رؤیا

دیکھا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ جلسہ کے ایام میں مجھ پر حملہ کیا جائیگا۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ موت انہی دنوں میں ہے۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک فرشتہ ہے۔ جس سے میں یہ بات پوچھتا ہوں۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے تمہاری عمر کے متعلق لوح محفوظ دیکھی ہے آگے مجھے اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ کہ اس نے کہا۔ میں بتا نا نہیں چاہتا۔ یا بھول گیا ہوں۔ زیادہ تر یہی خیال ہے۔ کہ اس نے کہا۔ میں بتانا نہیں چاہتا۔ لیکن جلسہ کی اور بعد کی دو ایک تاریخیں ملا کر اس نے کہا۔ کہ ان دنوں میں یہ بات یقیناً نہیں ہوگی اس دن سے میں نے تو بے پرواہی شروع کر دی۔ اور اگرچہ دوست کئی ہدایتیں دیتے رہے کہ یوں کرنا چاہیئے۔ مگر میں نے کہا۔ کوئی حرج نہیں ہے چند دن ہوئے میں نے

ایک اور رؤیا

دیکھا ہے۔ جس کا مجھ پر اثر ہے۔ اور اس سے مجھے خیال آیا۔ کہ جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاؤں۔ کہ وہ ہمیشہ

اصل مقصود کو مدنظر

رکھیں۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک پہاڑی کی چوٹی ہے۔ جس پر جماعت کے کچھ لوگ ہیں۔ میری ایک بیوی اور بعض بچے بھی ہیں۔ وہاں جماعت کے

سرکردہ لوگوں کی ایک جماعت

ہے جو آپس میں کبڈی کھیلنے لگے ہیں۔ جب وہ کھیلنے لگے۔ تو کسی نے مجھے کہا۔ یا یونہی علم ہوا۔ کہ انہوں نے شرط یہ باندھی ہے کہ جو جیت جائیگا۔ خلافت کے متعلق اس کا خیال قائم کیا جائیگا میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس فقرہ کا مطلب یہ تھا۔ کہ جیتنے والے جسے پیش کریں گے۔ وہ خلیفہ ہوگا یا یہ کہ اگر وہ کہیں گے۔ کہ کوئی خلیفہ نہ ہو تو کوئی بھی نہ ہوگا۔ بہرحال جب میں نے یہ بات سنی۔ تو میں ان لوگوں کی طرف گیا۔ اور میں نے ان نشانوں کو جو کبڈی کھیلنے کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ مٹا دیا اور کہا کہ

میری اجازت کے بغیر

کون یہ طریق اختیار کر سکتا ہے۔ یہ بالکل ناجائز ہے۔ اور میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس پر کچھ لوگ مجھ سے بحث کرنے لگے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اکثریت پہلے صرف ایک تلعب کے طور پر یہ دیکھنا چاہتی تھی۔ کہ کون جیتتا ہے اور خلیفہ کی تعیین کرتا ہے اور کم لوگ تھے۔ جو خلافت کے ہی مخالف تھے۔ مگر میرے دخل دینے پر جو لوگ پہلے خلافت کے مؤید تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ گویا میرے روکنے کو انہوں نے اپنی ہتک سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میرے ساتھ

صرف تین چار آدمی

رہ گئے۔ اور دوسری طرف ڈیڑھ۔ دو سو۔ اس وقت میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ گویا

احمدیوں کی حکومت

ہے۔ اور میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں۔ کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس سے خونریزی کے ڈر سے بھی میں پیچھے قدم نہیں ہٹا سکتا۔ اس لئے آؤ ہم ان پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ مخلصین جو میرے ساتھ شامل ہوئے۔ مجھے یاد نہیں کہ ہمارے پاس کوئی ہتھیار تھے یا نہیں۔ مگر بہرحال ہم نے ان پر حملہ کیا۔ اور فریق مخالف کے کئی آدمی زخمی ہو گئے۔ اور باقی بھاگ کر تہ خانوں میں چھپ گئے۔ اب مجھے ڈر پیدا ہوا۔ کہ یہ لوگ تو تہ خانوں میں چھپ گئے ہیں ہم ان کا تعاقب بھی نہیں کر سکتے۔ اور اگر یہاں کھڑے رہتے ہیں۔ تو یہ لوگ کسی وقت موقع پا کر ہم پر حملہ کر دیں گے۔ اور چونکہ ہم تعداد میں بالکل تھوڑے ہیں۔ ہمیں نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ اور اگر ہم یہاں سے جائیں۔ تو یہ لوگ پشت پر سے آکر حملہ کر دیں گے۔ پس میں حیران ہوں۔ کہ اب ہم کیا کریں۔ میری ایک بیوی بھی ساتھ ہیں۔ اگرچہ یہ یاد نہیں۔ کہ کونسی۔ اور ایک چھوٹا لڑکا انور احمد بھی یاد ہے کہ ساتھ ہے۔ میرے ساتھی ایک زخمی کو پکڑ کر لائے ہیں۔ جسے میں پہچانتا ہوں۔ اور جو اس وقت وفات یافتہ ہے اور با اثر لوگوں میں سے تھا۔ میں اسے کہتا ہوں۔ کہ تم نے کیا یہ غلط طریق اختیار کیا اور اپنی عاقبت خراب کر لی۔ مگر وہ ایسا زخمی ہے کہ مر رہا ہے۔ مجھے یہ درد اور گھبراہٹ ہے کہ اس نے یہ طریق کیوں اختیار کیا۔ مگر جواب میں اس کی زبان لڑکھڑائی اور وہ گر گیا۔ اتنے میں پہاڑی کے نیچے سے ایک شور کی آواز پیدا ہوئی۔ اور ایسا معلوم ہوا۔ کہ تکبیر کے نعرے بلند کئے جا رہے ہیں۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ کہ یہ کیا شور ہے۔ تو اس نے بتایا۔ کہ یہ

جماعت کے غرباء

ہیں۔ ان کو جب خبر ہوئی۔ کہ آپ سے لڑائی ہو رہی ہے۔ تو وہ آپ کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ جماعت تو ہمیشہ غرباء سے ہی ترقی کیا کرتی ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ کہ غرباء میرے ساتھ ہیں۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ تکبیر کے نعرے خاموش ہو گئے۔ اور مجھے بتایا گیا۔ کہ

آنے والوں سے فریب کیا گیا

ہے۔ انہیں کسی نے ایسا اشارہ کر دیا ہے کہ گویا اب خطرہ نہیں اور وہ چلے گئے ہیں۔ کوئی مجھے مشورہ دیتا ہے کہ ہمارے ساتھ بچے ہیں اس لئے ہم تیز نہیں چل سکیں گے۔ آپ نیچے جائیں۔ آپ کو دیکھ کر لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور آپ اس قابل ہونگے کہ ہماری مدد کر سکیں۔ چنانچہ میں نیچے اترتا ہوں۔ اور غرباء میں سے

مخلصین کی ایک جماعت

کو دیکھتا ہوں۔ اور ان سے کہتا ہوں۔ کہ میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ تا مخلصین اکٹھے ہو جائیں۔ تم اوپر جاؤ اور عورتوں اور بچوں کو بہ حفاظت لے آؤ۔ اس پر وہ جاتے ہیں اتنے میں میں دیکھتا ہوں کہ پہلے مرد اترتے ہیں اور پھر عورتیں۔ لیکن میرا لڑکا انور احمد نہیں آیا۔ پھر ایک شخص آیا اور میں نے اس کو کہا کہ انور احمد کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ وہ بھی آگیا ہے پھر جماعت میں ایک

بیداری اور جوش

پیدا ہوتا ہے۔ چاروں طرف سے لوگ آتے ہیں۔ ان جمع ہونے والے لوگوں میں سے میں نے شہر سیالکوٹ کے کچھ لوگوں کو پہچانا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ کچھ وہ لوگ بھی آجاتے ہیں۔ جو باغی تھے۔ اور میں انہیں کہتا ہوں کہ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں

اتحاد کے ذریعہ طاقت

دی تھی۔ اگر تم ایسے فتنوں میں پڑے تو کمزور ہو کر ذلیل ہو جاؤ گے کچھ لوگ مجھ سے بحث کرتے ہیں۔ میں انہیں دلائل کی طرف لاتا ہوں۔ اور یہ بھی کہتا ہوں۔ کہ اس سے جماعت کا تو کچھ نہیں بگڑیگا البتہ اس کے وقار کو جو صدمہ پہنچے گا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور تم ذمہ دار ہو گے۔ اس پر بعض لوگ کچھ نرم ہوتے ہیں۔ لیکن دوسرے انہیں پھر ورغلا دیتے ہیں۔ اور اسی بحث مباحثہ میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس رؤیا کے کئی حصوں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ واقعات میری وفات کے بعد کے ہیں واللہ اعلم بالصواب اور اس موقعہ پر اس رؤیا کا آنا شاید اس امر پر دلالت کرتا ہو۔ کہ مجھے جماعت کو

آئندہ کے لئے ہوشیار

کر چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس رؤیا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ تعلق رکھنے والے خواہ تھوڑے ہوں۔ اپنے

دشمنوں پر غالب

آئیں گے۔ انشاء اللہ۔ جب میں ابھی بچہ تھا۔ اور خلافت کا کوئی وہم و گمان نہ تھا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی۔ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ یعنی تیرے ماننے والے اپنے مخالفوں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ اس وقت میں یہی سمجھتا تھا۔ کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے۔ کیونکہ میرے اتباع کا تو خیال بھی میرے ذہن میں نہ آسکتا تھا۔ کہ کبھی ہونگے۔ یہ عبارت قرآن کریم کی ایک آیت سے لی گئی ہے جو

حضرت مسیح ناصری کے متعلق

ہے۔ مگر آیت میں وجاعل الذین ہے اور میری زبان پر ان الذین کے لفظ جاری کئے گئے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر عرصہ پہلے سے یہ خبر دے رکھی تھی۔ اور کہا تھا کہ مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ

تیرے متبع تیرے منکروں پر قیامت تک غالب

رہیں گے۔ اب اس کی ایک مثال تو موجود ہے۔ کتنے شاندار وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔ مگر دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کس طرح مغلوب کیا ہے۔ بعد کا میرا

ایک اور رؤیاء

بھی ہے جو اس کی تائید کرتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ

نور کے ستون کے طور پر

زمین کے نیچے سے نکلا۔ یعنی پاتال سے آیا اور اوپر آسمانوں کو پھاڑ کر نکل گیا۔ اگرچہ مثال بڑی ہے لیکن ہندوؤں میں یہ عقیدہ ہے

کہ شوجی زمین کے نیچے سے آیا اور آسمانوں سے گذرتا ہوا اوپر چلا گیا۔ یہ مثال اچھی نہیں۔ مگر اس میں اسی قسم کا نظارہ بتایا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ پاتال سے نکل کر افلاک سے بھی اوپر نکل گیا۔ میں نے بھی دیکھا۔ کہ ایک نور کا ستون پاتال سے آیا۔ اور افلاک کو چیرتا ہوا چلا گیا۔ میں کشف کی حالت میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ

خدا کا نور

ہے۔ پھر اس نور میں سے ایک ہاتھ نکلا۔ لیکن مجھے ایسا شبہ پڑتا ہے۔ کہ اس کے رنگ میں ایسی شباہت تھی۔ کہ گویا وہ گوشت کا ہے۔ اس میں ایک پیالہ تھا۔ جس میں دودھ تھا۔ جو مجھے دیا گیا۔ اور میں نے اسے پیا۔ اور پیالے کو مونہہ سے ہٹاتے ہی پہلا فقرہ جو میرے مونہہ سے نکلا۔ وہ یہ تھا۔ کہ اب

میری امت کبھی گمراہ نہ ہوگی

معراج کی حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین پیالے پیش کئے گئے۔ پانی شراب اور دودھ کا اور آپ نے

دودھ کا پیالہ

پیا۔ تو جبرائیل نے کہا کہ آپ کی امت کبھی گمراہ نہ ہوگی۔ ہاں اگر آپ شراب کا پیالہ پیتے تو یہ امت کی گمراہی پر دلالت کرتا۔ پس ان رویاؤں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ممکن ہے دشمن باہر سے مایوس ہو کر ہم میں سے بعض کو ورغلانا چاہے لیکن

بہر حال فتح ان کی

ہے۔ جو میرے ساتھ ہیں۔ میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ واقعات میری زندگی میں ہوں گے یا میرے بعد کیونکہ بعض اوقات زندگی کے بعد کے واقعات بھی رویا میں دکھا دیئے جاتے ہیں۔ اور بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد کے واقعات ہیں۔ مگر میں

جماعت کو ہوشیار

کرتا ہوں۔ کہ یہ قیمتی اصول ہیں۔ جن پر انہیں مضبوطی سے قائم رہنا چاہیئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ماموریت اور آپ کے امتی ہونے کو کبھی نہ بھولو۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے

سب سے بڑی لذت

اس میں ملتی ہے۔ کہ میں امتی نبی ہوں۔ پس جس خوبصورتی پر آپکو ناز تھا۔ اسے کبھی نہ چھوڑو۔ پھر

آپ کی تعلیم اور الہامات

کو سامنے رکھو۔

اس کے بعد خلافت

ہے۔ جس کے ساتھ جماعت کی ترقی وابستہ ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پشگوئی تھی۔ کہ جس دن مسلمانوں نے اس چادر کو پھاڑ دیا۔ اس کے بعد ان میں اتحاد نہیں ہوگا۔ حضرت سلام بن عبد اللہ نے جو یہود سے مسلمان ہوئے تھے حضرت عثمان کی شہادت کے وقت کہا۔ کہ اب مسلمانوں میں قیامت تک اتحاد نہیں ہو سکتا۔ پس خلافت

بہت قیمتی چیز

ہے۔ بے شک خلیفہ کا وجود قیمتی ہوتا ہے۔ مگر اس سے بہت زیادہ قیمتی چیز خلافت ہے۔ جس طرح نبی کا وجود قیمتی ہوتا ہے مگر اس سے زیادہ قیمتی چیز نبوت ہوتی ہے۔ پس یہ اصول ہیں ان کو مضبوطی سے پکڑو۔ پھر یہ خیال نہ کرو۔ کہ تم تھوڑے ہو۔ یا بہت کیونکہ

ان اصول کے پیچھے خدا

ہے۔ اور جو ان پر ہاتھ ڈالے گا۔ وہ گویا خدا پر ہاتھ ڈالنے والا ہوگا۔ جس طرح بجلی کی تار پر غلط طریق پر ہاتھ ڈالنے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن صحیح طور پر ہاتھ ڈالنے والا اس سے انجن چلاتا۔ اور بڑے بڑے فوائد حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح ان اصول کے اگر تم پابند رہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو۔ اور ہر قربانی کے لئے تیار رہو۔ تو تم پر حملہ آور ہونیوالا ہلاکت سے نہیں بچ سکیگا۔ پس یہ باتیں اپنے اندر پیدا کرو۔ اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پروا نہ کرو۔ کہ یہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ ابھی اس قسم کے واقعات کا کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور نہ ہی میری خلافت کا کوئی خیال تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بتا دیا تھا۔ کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا۔ کہ میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں۔ اور کوئی مجھے کہتا ہے۔ کہ راستہ میں بعض چیزیں آپ کو ڈرانا چاہیں گی۔ اور کئی قسم کی شکلیں بن بن کر آپ کی توجہ کو دوسری طرف پھیرنا چاہیں گی۔ مگر آپ یہ کہتے جائیں۔

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

اور سیدھے چلتے جائیں۔ اور کسی چیز کا خیال نہ کریں۔ پس میں بھی آپ سے یہی کہتا ہوں۔ کہ آپ لوگ

اپنے نفسوں پر قابو

رکھیں۔ اور ان چھوٹی موٹی چیزوں کی پروا نہ کریں۔ ان کو چھوڑ دیں کہ یہ خس و خاشاک کی مانند ہیں۔ جس طرح ایک شخص جسے بہت جلدی ہو۔ اگر اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے۔ تو وہ چلتے چلتے ہی اس کو نکال دیتا ہے۔ ٹھہرتا بھی نہیں۔ آپ لوگ بھی ان مخالفتوں کو زیادہ وقعت نہ دیں۔ بلکہ یاد رکھیں کہ بعض اوقات تو کام اتنا ضروری ہوتا ہے۔ کہ کانٹا نکالنے پر بھی وقت ضائع نہیں کیا جاتا۔ ایک شخص ڈوب رہا ہو۔ تو اسے بچانے کے لئے جانے والا کب کانٹے نکالنے بیٹھتا ہے۔ پس تم اپنے مقصود کے پیچھے چلو۔ جو دنیا میں

اسلام اور سلسلہ کی عظمت

کو قائم کرنا ہے۔ اس کے ذرائع میں نے اپنی سکیم میں آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ انہیں مدنظر رکھتے ہوئے چلتے جاؤ۔ اور کوئی گالیاں بھی دے تو پروا نہ کرو۔ عام طور پر یہ قاعدہ ہے۔ کہ

چرچے سے بھی جوش

زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہی مکان جس میں اب انجمن کے دفاتر ہیں جب اس کا ایک مالک فوت ہوا۔ تو عورتیں بین کر رہی تھیں پھر کوئی قصے کہانیاں شروع ہو گئیں۔ اور مرنے والے کی بیوی بھی دوسری باتوں میں مشغول ہو کر ہنسنے اور باتیں کرنے لگی اتنے میں باہر سے اور عورتیں روتی ہوئی آئیں۔ اور ایک نے دوہتڑ مار کر پیٹنا شروع کر دیا۔ اس پر وہ بیوی بھی پیٹنے لگی۔ اور اس قدر ماتم کیا۔ کہ بال نوچ ڈالے۔ اور بدن کو لہو لہان کر دیا۔ تو دوسروں کو روتا دیکھ کر بھی رونا آ جاتا ہے۔ اس لئے دل میں فیصلہ کر لو۔ کہ ہم نے

ان باتوں کی طرف زیادہ توجہ

نہیں کرنی:

بے شک بعض حکام نے اس وقت انصاف نہیں کیا۔ مگر جب وقت آئے گا۔ ہم یہ سب سودے چکالیں گے ایک بنیئے کے پاس اس کا مقروض رقم لے کر جاتا ہے۔ کہ لے لو تو وہ اسے ٹالنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چودہری صاحب آپ کے پاس ہوا یا ہمارے پاس ایک ہی بات ہے۔ اور مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ سود چڑھتا جائے۔ اور پھر چھ ماہ کے بعد اور سود لگا کر زیادہ رقم کا مطالبہ شروع کرتا ہے۔ اسی طرح ان

گالیاں دینے والوں کی رقمیں

سود کے ساتھ واپس دی جائیں گی۔ اور ایک وقت آئے گا۔ کہ پبلک میں سے ظلم کرنے والوں اور حکام میں سے ان کا ساتھ دینے والوں کا سارا سودا چکا دیا جائیگا۔ اور خواہ بالا حکام کے ذریعہ سے یا خود ہی خدا تعالےٰ

تمہارے صبر کا بدلہ

دلا دے گا۔ پس

جماعت کو میری نصیحت

یہی ہے۔ کہ مقصود کو سامنے رکھو۔ اور موجودہ شرارتوں کو بھول جاؤ۔ یہ باتیں بالکل چھوٹی ہیں۔ اگرچہ بعض حالات میں بڑی ہو جاتی ہیں۔ اور مجھے بھی ان کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے مگر میں پسند یہی کرتا ہوں۔ کہ ان باتوں کی طرف زیادہ توجہ نہ کی جائے۔ تم بس یہ سمجھ لو۔ کہ کتا بھونک رہا ہے۔ اگر کوئی پولیس کا ملازم قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ تو حکومت کے سامنے خود ملزم بن رہا ہے۔ تم اسے ملزم بنا کر کیا کرو گے تم

دعاؤں میں لگے رہو

اور اللہ تعالیٰ سے تعلقات کو مضبوط کرو۔ اس مبارک مہینہ میں اگر تم نے دعائیں کی ہیں۔ تو پھر تمہیں کسی سے خطرہ کی ضرورت نہیں۔ سچے دل سے کی ہوئی ایک منٹ کی دعا کے بعد بھی انسان کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ یہ خیال بھی مت کرو کہ رمضان ختم ہو گیا ہے۔

رمضان تمہارے دلوں میں

رہ جائے گا۔ ایک شخص سیاہی کو ہاتھ مارے تو سیاہی لگ جاتی ہے۔ اور اگر سرخی کو ہاتھ لگائے تو سرخی لگ جاتی ہے پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ رمضان دل میں سے گذرا ہو۔ اور اس نے اپنے نقش نہ چھوڑے ہوں۔ پس

سارا سال رمضان

سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس لئے اپنے اوپر رمضان کی حالت طاری کرو۔ نیکیوں میں لگ جاؤ۔ دعائیں کرو۔ آپس کی لڑائیاں جھگڑے چھوڑ دو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ چھوڑ دو۔ اور ہر وقت اپنے مقصود کو مد نظر رکھو۔ اس کے باوجود اگر کوئی

حاکم یا رعایا کا فرد

تمہیں خواہ مخواہ دکھ دینے اور دل دکھانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ خیال کر لو۔ کہ کتا تھا جو بھونک گیا۔ ایک وقت آئے گا کہ ایسے حاکموں کی گردنیں گورنمنٹ دبوچ دے گی۔ جب ان کی فریب کاریوں کا پردہ فاش ہو گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات

سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس حکومت کے ساتھ ہمارا تعاون رہیگا اور اگر ایک ڈپٹی کمشنر یا سپرنٹنڈنٹ پولیس یا کمشنر بھی مخالفت کرتا ہے تو اس کی پروا نہ کرو۔ وہ بھی تو آخر ایک ماتحت افسر ہی ہے۔ اور ان کی مخالفت میں بھی اصول کو مدنظر رکھو۔ میں نے بتایا تھا۔ کہ جو افسر تمہاری عزت نہیں کرتا۔

تم اس کی عزت نہ کرو

اور دوسروں کو بھی یہی سکھاؤ۔ کہ اس کا ادب نہ کریں۔ اگر وہ ایک چوہڑے کو بھی تو کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ تو اگر وہ تمہارے سامنے آئے۔ تو اسے تو کہہ کر مخاطب کرو۔ اگر وہ گالی دیتا ہے تو مومن کا یہ کام تو نہیں کہ گالی دے۔ مگر کم سے کم اس سے اتنی بے رخی سے پیش آؤ۔ کہ اسے ہوش آ جائے پھر خود حکومت انہیں ملامت کرے گی۔

مگر یہ باتیں تمہارا اصل مقصود نہیں ہیں۔ اصل مقصود

نیکی تقویٰ اور تبلیغ

ہے۔ تم میں سے کتنے ہیں۔ جو تہجد پڑھتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ مساجد میں بیٹھ کر دوسرے تذکرے کرتے رہتے ہیں۔ اور لغو باتوں میں مصروف رہتے ہیں۔ پس پہلے اپنی اصلاح کرو اور مساجد میں ایسی باتیں کرو۔ جو

دین کے لئے مفید

ہوں۔ جن سے سلسلہ کو مدد ملے۔ لغو باتیں نہ کرو۔ ہماری

مساجد میں ذکر الٰہی

کم ہوتا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں۔ کہ انہوں نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ جس طرح اپنے مذہب سے بے پروائی برتنے والا ہندو نہاتے وقت پانی کی گڈوی اوپر پھینکتا اور کود کر خود آگے نکل جاتا ہے۔ ان کی نمازوں کی بھی یہی حالت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے

محبت اور اخلاص

پیدا کرو۔ پھر یہ چیزیں یا تو خود بخود چھوٹی نظر آنے لگیں گی۔ اور یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے علاج سمجھا دے گا۔ رمضان کا مہینہ اب جاتا ہے۔ اور یہ جمعہ جمعۃ الوداع ہے اگرچہ

مومن کا رمضان

تو ہمیشہ رہتا ہے۔ مگر اس خیال والوں کے لئے بھی ابھی دو روز باقی ہیں۔ ان میں خدا سے صلح کی کوشش کرو۔ اور اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ ان ایام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انی قریب۔ اور اگر قریب ہونے پر بھی نہ پکڑا جا سکے۔ تو اور کب پکڑا جائے گا۔ اس لئے ایسی مضبوطی سے پکڑو جسے پنجابی میں انھے والا جپھا یعنی اندھے کی گرفت کہتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کو اس قدر مضبوطی سے پکڑ لیا جائے۔ تو وہ خود کمزور بن جاتا ہے۔ اور بندے کو طاقتور کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ

بندوں کے ساتھ ہمیشہ صلح

کرتا رہتا ہے۔ وہ قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم نے نبی بھیجے دنیا نے ان کی مخالفت کی۔ مگر ہم برابر نبی بھیجتے رہے۔ یہ خود بخود صلح کی کوشش کرنا نہیں تو اور کیا ہے کہتے ہیں ایک دھوبی تھا۔ جو ہر روز روٹھ جانے کا عادی تھا۔ ایک دن گھر والوں نے کہا کہ آج اسے نہیں منائیں گے۔ وہ اپنا بیل ساتھ لے کر چلا گیا۔ اور جب شام تک کوئی منانے نہ آیا۔ تو خود ہی اس کی دم پکڑ کر چل پڑا۔ بیل نے گھر کو ہی جانا تھا۔ یہ بھی دم پکڑے جا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا۔ کہ یار کیا کرتے ہو۔ کیوں مجھے کھینچ کر گھر لئے جاتے ہو۔ میں نہیں جاؤنگا۔ تو ہمارا رب بھی اگرچہ خالق اور مالک ہے اور چاہے تو ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ میں ہمیں تباہ کر دے۔ مگر اپنی محبت میں اس قدر بڑھا ہوا ہے۔ کہ

بندوں سے صلح کرنے

اور انہیں معاف کرنے کے بہانے ہی تلاش کرتا ہے اور گویا زبردستی بندے کے دل میں داخل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی وہ زبردستی آیا۔ حالانکہ مکہ کے لوگ اسے نکالنا چاہتے تھے۔

پس ویسے خدا سے خاص کر ان دنوں میں جبکہ وہ کہتا ہے۔ میں قریب ہوں۔ ایسی صلح کرو۔ کہ تمہارے دلوں میں کانوں میں زبانوں پر سینوں میں اور جسم کے ذرہ ذرہ میں وہ سرایت کر جائے اور جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللھم اجعل فی قلبی نورًا واجعل فی سمعی نورًا واجعل فی بصری نورًا واجعل فی کل اعضائی نورًا اللھم اجعل امامی نورًا واجعل خلفی نورًا واجعل یمینی نورًا واجعل یساری نورًا واجعل فوقی نورًا واجعل تحتی نورًا اللھم اجعلنی نورًا۔ تمہارے

جسم کے ہر حصہ

میں اللہ تعالےٰ کا ہی نور ہو۔

قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ اللہ نور السموٰت والارض اور اس لئے اس دعا کا یہ مطلب ہوا۔ کہ

خدا ہی خدا

ہمارے ہر طرف ہو۔ اور ہم میں اور اس میں فرق نہ رہے۔ اور اگر تم یہ مقام حاصل کر لو۔ تو پھر جو تم پر حملہ کرے گا۔ وہ

خدا پر حملہ کرنے والا

ہوگا۔ اور جو خدا پر حملہ کرے وہ اپنا ٹھکانا خود سمجھ لے کہ کہاں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو صبر کی توفیق دے۔ اور ایسی اعلیٰ ہمت دے۔ کہ آپ لوگ دنیا کی چھوٹی چھوٹی مشکلات سے گھبرا کر اپنے اصل مقصود کو ترک نہ کریں۔ بلکہ اپنے نفس کی اصلاح اور پھر

کل دنیا کی اصلاح

میں لگے رہیں۔ اللھم آمین

حصہ داران دار الانوار

جن حصہ داران دار الانوار سے پچاس فی صدی سے زائد رقم کا مطالبہ ہے۔ ان کو نہ صرف اخبارات کے ذریعہ اطلاع کی جا چکی ہے۔ بلکہ خطوط کے ذریعہ بھی متعدد بار عرض کیا گیا ہے۔ اب پھر گذارش ہے۔ کہ وہ یکم فروری ۳۵ء کو اپنی ذمگی رقم محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ارسال فرماویں۔ کیونکہ تین سال کا عرصہ یکم فروری ۳۵ء کو ختم ہو رہا ہے۔ اور مالکان اراضی کو بقایا رقم ادا کرتے ہوئے بقیہ زمین کا قبضہ لیا جانا ہے۔ نیز جن احباب کے ذمہ دار الانوار کے حصہ یا حصوں کا بقایا ہے۔ وہ بھی براہ مہربانی اپنی جنوری ۱۹۳۵ء کی قسط کے ساتھ یا الگ بقایا رقم ارسال فرمائیں۔ خاکسار برکت علی خان سکرٹری دار الانوار کمیٹی قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

کراچی سے ۱۳ جنوری کی اطلاع ہے کہ نتھورام کے قتل کے مقدمہ کی سماعت کے دوران میں عبدالقیوم کے وکیل مسٹر محمد اسلم صاحب نے چند ایسے فقرات استعمال کئے تھے۔ جنہیں گورنمنٹ نہایت قابل اعتراض اور اشتعال انگیز خیال کرتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان فقروں کی بناء پر آپ کے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مقامی ہندو بار کونسل نے ان فقروں کو قابل اعتراض قرار دیتے ہوئے حکومت سے اپیل کی تھی۔ کہ موصوف کے خلاف باضابطہ کارروائی کی جائے۔

سر عبداللہ سہروردی کے متعلق کلکتہ سے ۱۲ جنوری کی اطلاع ہے۔ کہ آپ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد وفات پاگئے ہیں۔ مرحوم رائل کمیشن کے ممبر رہ چکے تھے۔ اسی طرح اسمبلی کے پرانے ممبروں میں آپ کا شمار کیا جاتا تھا۔

نئی دہلی سے ۱۲ جنوری کی اطلاع ہے کہ حال ہی میں جو وزرائے ریاست کی کانفرنس نواب صاحب بھوپال کی زیر سرکردگی بمبئی میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کا ایک اجلاس ۱۲ جنوری زیر صدارت سر اکبر حیدری پارلیمنٹری رپورٹ کا جائزہ لینے کے لئے منعقد ہو رہا ہے۔

لاہور سے ۱۲ جنوری کی اطلاع ہے۔ کہ ایک مسلم وفد میونسپل کمیٹی میں مسلم نمائندگی کے متعلق ڈاکٹر گوکل چند نارنگ سے ملاقات کرنے کے لئے گیا۔ لیکن وفد کو آدھ گھنٹہ کی انتظار کے بعد بغیر ملاقات کے واپس آنا پڑا۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام کی بیگم صاحبہ کے متعلق حیدر آباد دکن سے ۱۰ جنوری کی اطلاع ہے کہ آپ بہت جلد حج بیت اللہ کے لئے عازم حجاز ہو جائیں گی۔ آپ کے ہمراہ سر نظامت جنگ بہادر سابق وزیر سیاسیہ ہونگے۔

بدری ناتھ دیوی کے پجاریوں نے نئی دہلی سے ۱۲ جنوری کی اطلاع کے مطابق دیوی کو خوش کرنے کے لئے عزم کیا ہے۔ کہ دہلی اور جے پور سے دیوی تک پیٹ کے بل رینگتے ہوئے سفر کریں گے۔ بدری ناتھ جے پور سے ۷ سو میل اور دہلی سے ۵½ سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

لنڈن سے ۱۰ جنوری کی اطلاع ہے۔ کہ ارل آف اتھلون معہ اپنی بیگم صاحبہ کے عازم ہندوستان ہو گئے ہیں آپ ملک معظم کے چچا زاد بھائی ہیں اور جنوبی افریقہ میں گورنر جنرل رہ چکے ہیں۔ آپ کے متعلق عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ آپ لارڈ ولنگڈن کے بعد ہندوستان کے وائسرائے ہونگے۔

لیجسلیٹو ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹری نے نئی دہلی سے ۱۲ جنوری کی اطلاع کے مطابق بذریعہ سرکلر ممبران اسمبلی کو مطلع کیا ہے۔ کہ اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کے موقع پر ہر ممبر کو وزیٹروں کے لئے صرف دو ٹکٹ مل سکیں گے۔

مسٹر آصف علی ممبر اسمبلی نے حکومت سے بعض ایسے سوالات پوچھنے کا نوٹس دیا ہے۔ جن سے ان کا مقصد صوبہ دہلی کو علیحدہ صوبہ بنانے کا ہے۔

علاقہ سار سے ۱۲ جنوری کی اطلاع ہے۔ کہ سار کے علاقہ کے قبضہ کے متعلق جرمنی اور فرانس میں بڑے زور سے پروپیگنڈا جاری ہے۔ جرمنی سے جو ۵۰ ہزار اشخاص جرمن کے حق میں ووٹ کے لئے گئے تھے واپس آگئے ہیں۔ امریکہ۔ جاپان اور یورپ کے مختلف حصوں سے سار کے باشندے ووٹ ڈالنے کے لئے آرہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سار کا علاقہ جرمنی کو مل جائے گا۔

لنڈن سے ۱۲ جنوری کی اطلاع ہے کہ سال رواں کے آخر میں لنکا شائر کے تاجران روئی اور پارچہ بافوں کا ایک وفد اس غرض سے ہندوستان آئیگا۔ تاکہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے۔ اس کے متعلق پراپیگنڈا کرے

گاندھی جی کے متعلق دہلی سے ۱۳ جنوری کی اطلاع ہے کہ مالکان کارخانہ جات احمد آباد اور مزدوروں کے جھگڑے کا ایک حصہ تک انہوں نے تصفیہ کر دیا ہے۔ عنقریب مصالحت کی شرائط کا اعلان کر دیا جائیگا۔

مسٹر اینڈریوز کے متعلق لنڈن سے ۱۲ جنوری کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ انہوں نے لنڈن پہنچتے ہی نمائندہ ریوٹر سے انٹرویو کر کے اس خبر کی تردید کی۔ کہ وہ جنرل سمٹس کی جانب سے کوئی مکتوب جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے متعلق گاندھی جی کے نام لے کر گئے تھے۔ تاکہ اس کے ذریعہ گاندھی جی رپورٹ قبول کرنے پر رضامند کر سکیں۔

کانگریس نیشنلسٹ پارٹی کے ایک سرکردہ ممبر نے ۱۲ جنوری کو بمبئی میں ایسوسی ایٹڈ پریس کو جو بیان دیا ہے۔ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ڈاکٹر انصاری اور گاندھی جی نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ فرقہ دارانہ فیصلہ میں ہندوؤں سے ناانصافی کی گئی ہے

گاندھی جی کے متعلق دہلی سے ۱۸ جنوری کی اطلاع ہے کہ آپ ۱۸ جنوری سے دہلی کے دیہات کا دورہ کریں گے۔ آپ کی کوشش ہوگی کہ پیدل سفر کریں۔ آپ اپنے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے اس امر کی بھی کوشش کریں گے۔ کہ کسانوں اور زمینداروں کا تصادم نہ ہو۔

فری پریس جرنل کے نامہ نگار کا بیان ہے کہ گاندھی جی جب دیہات کا دورہ شروع کر دیں گے۔ اس وقت اگر کسی جگہ زمینداروں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں مالیہ میں تخفیف کرانے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اور انہوں نے گورنمنٹ سے کمی کا مطالبہ کیا تو اگر گورنمنٹ نے انکار کر دیا۔ تو اس صورت میں خطرہ ہے۔ کہ وہ دوبارہ سول نافرمانی کی تحریک جاری کر دیں۔

ماسکو کے ایک اخبار کا بیان ہے۔ کہ نیگرو لوگوں پر حکومت فرانس نے پھر سختی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ بعض جگہ حکومت نے بیگار لازمی کر دی ہے۔ بعض جگہ نیگرو جرنلسٹوں کو سخت سزائیں دی گئی ہیں۔ اور کیمرون میں جب انہوں نے ٹیکس کے خلاف مظاہرے کئے تو ان پر گولیاں چلائی گئیں۔

ریاست پٹیالہ کے موجودہ چیف منسٹر نواب سر لیاقت خان صاحب کے متعلق دہلی کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ وہ طویل رخصت پر جا رہے ہیں۔ سرکاری حلقوں میں کہا جاتا ہے کہ کپورتھلہ کی طرح آئندہ وہاں بھی چیف منسٹر انگریز ہوگا۔

سندھ کے مشہور کانگرسی لیڈر آچاریہ گدوانی کراچی سے ۱۲ جنوری کی اطلاع کے مطابق حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے ہیں۔

بلگریڈ سے ۱۳ جنوری کی اطلاع ہے۔ کہ یوگوسلاویہ میں ہنگری کے ۲۷ ہزار باشندے کافی عرصہ سے مقیم ہیں۔ لیکن شاہ یوگوسلاویہ کے قتل کی سازش اور حکومت ہنگری کے رویہ کو جو اس نے جنیوا میں اختیار کیا تھا۔ مدنظر رکھتے ہوئے حکومت یوگوسلاویہ نے احکام نافذ کئے ہیں۔ کہ ہنگری کے تمام باشندے ایک ہفتہ کے اندر ملک بدر ہو جائیں۔

لنڈن سے ۱۳ جنوری کی اطلاع کے مطابق انگلستان میں آج کل اس امر کا پراپیگنڈا جاری ہے کہ عورتوں کو موت کی سزا نہیں دینی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ ایک عورت ممبر پارلیمنٹ کی طرف سے آئندہ اجلاس میں گورنمنٹ سے اپیل کرے گی۔ کہ وہ ایک ایسا بل تیار کرے جس کے رو سے عورتوں کے لئے سزائے موت ممنوع قرار دی جائے۔

نانکن سے شائع ہونے والا ایک چینی اخبار لکھتا ہے کہ منچوریا میں مدت سے انقلاب برپا کرنے کی کوشش جاری تھی۔ حال ہی میں بہت سے ایسے کمیونسٹ ایجنٹ گرفتار کر لئے

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی